(۱)

۷۸۶/۹۲

مناظر اہل سُنّت حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!!

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج کل سُنّی علمائے کرام نے بدمذہبوں کو چھوڑ کر آپس میں ہی ایک دوسرے کو گمراہ، بدمذہب اور کافر ومرتد کہنا شروع کر دیا ہے۔ ابھی دعوت اسلامی کے مولانا الیاس قادری، سنی دعوت اسلامی کے مولانا شاکر رضوی کے معاملے تھے ہی کہ حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب کا مسئلہ پیدا ہوگیا۔ ابھی وہ ختم بھی نہیں ہو پایا تھا کہ مولانا عبیداللہ صاحب اعظمی پر کفر کا فتویٰ آ گیا۔ اور اب سنا جا رہا ہے کہ محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب پر بھی منظر اسلام سے فتویٰ لگ گیا ہے ـــــــ کسی بھی نام سے، کوئی بھی جلسہ ہو، ہمارے مقررین سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ان ہی اختلافات پر زور بیان صرف کرتے اور ایک دوسرے کو مقابلہ کی دعوت دیتے ہیں۔

مولانا عبیداللہ صاحب اعظمی کا معاملہ یہ ہے کہ دس بارہ سال پہلے انہوں نے ''رن کچھ' کے اندر 'رام کتھا' کے عنوان سے منعقد ایک اجلاس میں تقریر کی تھی۔ مگر اُس وقت کچھ نہیں ہوا۔ اب اتنے دنوں کے بعد یہاں مقرر کا نام ظاہر کئے بغیر آڈیو کیسٹ سے تقریر کا ایک حصّہ نقل کرا کے علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب نے فتاویٰ رضویہ کے حوالہ سے اس تقریر کو کفر اور تقریر کرنے والے کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا اور ان سے تقریر کرانا، ان کی تقریر سننا ناجائز وگناہ بتایا۔ پھر مقرر کا مصداق مولانا عبیداللہ اعظمی کو قرار دے کر تقریروں میں ان کے کفر وارتداد کی تشہیر کی جانے لگی۔ وہ استفتا اور فتویٰ یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص نے اپنی تقریر میں کہا:

''رام کو کس طرح لوگوں نے سمجھا، پرکھا۔ اور میں نے ایزاے مسلمان رام کو کس طرح دیکھا۔ شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیرکٹر اتنا نرالا پیارا اور بے مثال ہے جو انٹلیک چول کلاس ہے ان کے وجود کو گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کی معرفت حاصل کرتا ہے وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔ رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے، رام نام ہے مظلوم اور دکھی گوں کی حمایت کا۔ ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ رام نام ہے چاند کی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا، جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جاتی ہے ـــــــ. میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔'' ـــــــــــــــ. ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ اسے کسی دینی پروگرام میں بلانا۔ یا۔ اس کی تقریر سننا کیسا ہے؟

سائل عبداللہ (بمبئی)

۶۸۶/۹۲

الجواب:

کفار کے دیوی دیتاؤں کی تعریف کرنا کھلا کفر ہے فتاوی رضویہ مترجم میں ہے: کفار کے دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے۔ (ج۱۴ ص۶۲۵) لہٰذا ایسا شخص دائرۂ اسلام سے باہر ہے۔ اور اس پر توبہ وتجدید ایمان اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے۔ اس کو پروگراموں بلانا اور اس کی تقریر سننا ناجائز وگناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس کی خبر مولانا عبیداللہ اعظمی صاحب کو ہوئی تو انہوں نے یہ تقریر کب، کہاں اور کن حالات میں کی تھی؟ وضاحت کر کے ''الجامعۃ الاشرفیہ'' مبارک پور سے استفتا کیا۔ ان کی وضاحت یہ ہے:

میری یہ تقریر گجرات کے ایک شہر میں ہوئی ہے۔ جب گجرات کے فساد میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا اوران کی عزت واملاک کی بے پناہ بربادی ہوئی تھی۔ مگر مُراری باپو نے اپنے ''رن کچھ'' علاقے میں بھرپور ورک کر کے امن وامان قائم رکھا۔ اس دیار میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہے۔ مگر قتل وغارت گری تو کیا کسی کی نکسیر بھی نہ ٹوٹی۔ انہوں نے ''گاندھی دھام'' گجرات میں رام کتھا کی ایک محفل رکھی، جس میں سبھی لوگوں کو مدعو کیا اور اپنے اپنے نقطۂ نظر کے لحاظ سے اظہا خیال کی دعوت دی۔ ان دنوں گیارہویں۔ یا۔ بارہویں شریف کے سلسلے میں میری تقریری پروگرام اسی دیار میں ہو رہے تھے۔ لوگوں نے مجھے بھی دعوت دی اور وہاں کے سنّی مسلمانوں نے زور دیا کہ آپ کو اس پروگرام میں شرکت کر لینی چاہئے۔ مُراری باپو نے یہاں باہمی امن وامان اور رواداری کی بڑی اچھی فضا قائم کی ہے۔ آپ کی شرکت سے اس میں اور پختگی آئے گی اور مسلمانوں کا بھلا ہوگا۔ ان حضرات کی تحریک پر اس علاقے اور اس ماحول کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ چوں کہ یہ پروگرام 'رام' کے نام سے منسوب تھا؛ اس لئے رام کی امن پسندی، صفائی وپاکیزگی وغیرہ سے متعلق ہندوؤں کے جو خیالات ہیں، انہی کو ان کے درمیان رکھتے ہوئے میں نے ان پر حجّت قائم کی اور کشت وخون سے ہٹ کر امن وآشتی کے سایہ میں زندگی گذارنے کی ہدایت کی۔ مسلم دشمن اور فرقہ پرست عناصر جہاد کو آتنک واد کی صورت میں دکھا کر مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں نے جہاد کے اصل معنیٰ بتاتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا اور یہ واضح کیا کہ خود رام کو ماننے والے، رام کے راستے سے ہٹ چکے ہیں۔

اس پر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کے فتویٰ کے برخلاف '' الجامعۃ الاشرفیہ'' سے مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی نے فتویٰ دیا اور بتایا کہ اس تقریر میں کفر کی کوئی بات نہیں ہے۔

ہم کو جو مولانا عبیداللہ صاحب کی تقریر کی کیسٹ ملی ہے، اس میں ان کی پوری تقریر یہ ہے:

(۱) ایک کو ہم ہندو کے نام سے جانتے ہیں، دوسرے کو مسلمان کے نام سے۔ باپو نے ہمیں یہ مزاج دیا ہے کہ 'ہندو' شروع ہوتا ہے 'ہا' سے 'مسلم' شروع ہوتا ہے 'ما' سے۔ 'ہا' کو وہاں سے نکالو! 'ما' کو یہاں سے نکالو!! جوائنٹ کر دو تو یہ 'ہم' بنتا ہے' ہم' بن کر رہو، تا کہ مضبوط ہندوستان بنا رہے۔

(۲) میرے بزرگو، میرے ساتھیو، میری بہنو، ماتاؤ! مجھے اچھی طرح یاد ہے، جب اس ملک کے Ex Prime Minister of India وشوناتھ پرتاپ سنگھ کے ساتھ میں All India جنرل سکریٹری جنتادل کی حیثیت

سے As a member of parliament کام کررہا تھا،اس وقت انسانیت کی بات چلی ،آدمیت کی بات چلی، مانوتا کے اُپاتھان کی بات چلی،تو وی، پی، سنگھ صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ عبیداللہ بھائی! کبھی موقع ملے تو مرار جی باپو کا درشن ضرور کر لیجے!

(۳) آج ہم اس ''رام کتھا'' میں ہیں، اور مراری باپو ہی کو حق پہونچتا ہے رام کتھا کی کتھا بیان کرنے کا ـــــــــ رام کو کس طرح سے لوگوں نے دیکھا، سمجھا، پرکھا؟ میں نے As a مسلمان کس طرح دیکھا میری تاریخ ادب اردو نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے''رام''۔ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز ☆ اہل نظر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند

شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیرکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے کہ جو Intellectual Class ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔امام سے بڑا کسی کا درجہ نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں سب سے بڑے۔اس انسان کو امام ہند کے نام سے ڈاکٹر سر محمد اقبال نے یاد کیا ہے۔رام نام ہے سچّائی کا، جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کا، جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا، جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں، رام نام ہے چاند کی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے ۔ انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔سیتا جی کے ساتھ ایک آتنگ وادی نے جو آتنکت کرنے کی گھٹنا رچی تھی، ہم اسے 'راون' کے نام سے جانتے ہیں۔اس آتنک واد کے خلاف شری رام جی نے جہاد چھیڑا تھا۔

(۴) آج لفظ 'جہاد' اور لفظ 'آتنک واد' پر بڑی بحث ملک میں ہو رہی ہے۔ میں باپو کی موجودگی میں اپنا سو بھاگیہ سمجھتا ہوں کہ اپنے وچاروں کو آپ کے سامنے دو چار منٹ کی اگر اجازت ہو تو رکھ دوں۔ایک چیز ہے'' آتنک واد''، جس سے ہمارا پورا ملک پیڑت ہے، ہمارا ہی ملک نہیں، پورا سنسار پیڑت ہے۔کسی کو آتنکت کرنا، یہی تو ہے آتنک واد۔اور جو ایسا کرتب کرتا ہے وہی ہے آتنک وادی۔ایسے آتنک واد کا توڑ اور ایسے آتنک واد کے خلاف لڑائی لڑنے کا نام عربی زبان میں جہاد ہے۔اس لفظ 'جہاد' کو اتنا اپوتر کر کے رکھا ناپاک لوگوں نے کہ جو لڑائی آتنک کے خلاف لڑنے کا ہتھیار تھا، اسی ہتھیار کو آج آتنک کا نام دے دیا گیا۔ جہاد نام ہے جدوجہد کا۔ پریشرم کا۔Positive Way میں پریشرم کا نام جہاد ہے، اور Negative Way میں پریشرم کا نام آتنک واد ہے۔ اسی Negative Way میں جب پریشرم کیا تھا راون نے، تو شری رام نے اس کے خلاف جدوجہد کیا تھا مانوتا کی عزت بچانے کے لئے۔صرف سیتا جی کی عزت کا سوال نہیں تھا، قیامت کی صبح تک پیدا ہونے

والی ان ساری سیتاؤں کی عزت کا سوال تھا، جن کی عزت کے لئے رام نے اپنے جہاد کا قدم اٹھایا تھا۔

(۵) اس عظیم نام کو لیتے ہی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جہاں وہ نام لیا جائے ،اور وہاں بھی سماج میں نفرت موجود ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم شری رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، اپنے عمل میں اپنے کرتب میں اپنے سنسکار میں شری رام کو داخل نہیں کرتے۔

(۶) تو آج کی اس محفل میں، میں بہت زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ میں صرف اتنا ہی کہوں گا: میں جب آیا تو میری بیگم نے بھی مجھ سے کہا کہ میں مراری باپو کو جب بھی ٹی،وی پہ دیکھتی ہوں تو جب تک ان کا پورا پروچن سن نہیں لیتی ہوں میں بند نہیں کرتی ہوں۔ میری طرف سے بھی انہیں آداب کہئے گا اور اگر موقع ملے تو مراری باپو کو سلام کرنے کے لئے ایک سکنڈ اپنا ٹیلیفون دے دیجے گا تا کہ ان سے بات کرنے کا سوبھاگیہ ہمیں حاصل ہو جائے۔

(۷) تو میرے دوستو! سچی بات یہ ہے۔ میں اپنی بات ختم کرر ہا ہوں۔ میں بے ادبی سمجھتا ہوں کہ آپ انہیں سننے آئے ہیں۔ میں تو صرف اپنی بھاوناؤں کو آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ انسانیت، آدمیت ، یہ اس ملک کی کلپنا ہے، یہ اس ملک کی پہچان ہے سارے جہان میں۔ میں نے آپ کی دعا سے تقریباً بیالیس ملکوں کا دورہ کیا ہے۔ مگر میں ہندوستان جیسی وہ سبھیتا نہیں دیکھی جو دنیا کے کسی بھی ملک میں دیکھنے کی تمنا کر کے میں چلا تھا۔ میں آپ کو بتاؤں کسی ملک میں اگر ہے تو ایک مذہب ہے، ایک کلچر ہے، ایک موسم ہے مگر یہ ہندوستان مہمانوں کی عزت کرنے والا ایسا میزبان ملک ہے کہ ساری دنیا کا مذہب اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ ساری دنیا کا کلچر اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ ساری دنیا کی سنسکرتی اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ ساری دنیا کی محبت اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ سارے جہان کا موسم اگر آپ کو چاہئے تو ہندوستان آیئے۔ اسی لئے میں اقبال کے اس شعر کو پڑھ کر آپ کی دعاؤں کے ساتھ آپ سے رخصت ہوتا ہوں کہ:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا ☆ ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

محبت بانٹیے ،نفرت ختم کیجے ۔رام کتھا کا یہی پیغام ہے۔ خدا حافظ۔ آداب۔ سلام۔

آپ سے گذارش ہے کہ مولانا عبیداللہ اعظمی صاحب ہوں۔ یا۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب۔ یا۔ پھر ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کے مفتی نظام الدین صاحب۔ آپ برائے مہربانی کسی کی بھی رورعایت کے بغیر نیوٹرل ہو کر صحیح حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں۔ فقط

سید شعیب العلیم بقائی، سربراہ اعلی مدرسہ صفویہ، کرنیل گنج۔ ضلع گونڈہ، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بتوفیق الملک الوھاب وھوالھادی الی الصواب

وعلیکم السلام! ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!!

کیسٹ میں محفوظ تقریر میں، تقریر کے معروف انداز کے مطابق ابتدائی حصہ موجود نہیں معلوم ہوتا ہے۔ بہر کیف! آپ کی نقل کے مطابق اس

تقریر میں کل سات پیراگرافس ہیں اوراعظمی صاحب نے:

پیراگراف (۱) کے اندر، ہندوستان میں ہندو مسلمان دونوں قوموں کومل جل کر امن وآشتی کے ساتھ رہنے کی تلقین کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے ملک مضبوط رہے گا۔

پیراگراف (۲) کے اندر، اس زمانے میں انسانیت اور آدمیت کا مظاہرہ کرنے والے مرار جی باپو سے ملاقات کا ان کو سابق وزیراعظم وشوناتھ پرتاپ سنگھ کی طرف سے مشورہ دینے کی بات بتائی ہے۔

پیراگراف (۳) میں کہا ہے کہ:

(الف) مرار جی باپو چونکہ انسانیت وآدمیت کے قدرداں ہیں اس لئے ان ہی کو رام کتھا بیان کرنے کا حق ہے۔یعنی جو آدمی انسانیت وآدمیت کی قدر نہیں کرتا اسے رام کتھا بیان کرنے کا حق نہیں ہے۔

(ب) 'لوگوں' اور 'میں' کے تقابل سے ________. رام کا نام لیتے ہوئے بھی نفرت کا کاروبار کرنے والوں پر تعریض کرتے ہوئے کہا ہے کہ: جو لوگ رام کا نام لیتے ہوئے بھی انسانیت وآدمیت کے خلاف کام کرتے ہیں، وہ گویا اپنے کردار وعمل سے یہ ثابت کررہے ہیں کہ رام بھی ایسا ہی تھا، اس نے یہی درس دیا ہے۔

(ج) میں مسلمان ہوں اور ہندوؤں کا دانشور طبقہ کے تعلق سے رام کے بارے میں ڈاکٹر اقبال کی زبان میں یہ جانتا ہوں کہ وہ سچائی کا علم بردار، جھوٹ کو پراجت کرنے والا، مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کرنے والا، ظلم کی گردن پکڑنے والا تھا۔ٹھنڈی ہوا تھا، جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جانے والا تھا۔اس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔بلکہ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔آتنگ وادی راون نے جو سیتا جی کے ساتھ آتنکت کرنے کی گھٹنا کی تھی، رام نے اس آتنک واد کے خلاف جہاد چھیڑا تھا۔

اعظمی صاحب نے تیسرے پیراگراف میں چونکہ سیتا کی آبرو بچانے کے لئے راون کے ساتھ رام کی جنگ کو جہاد کہا تھا۔نیز آج کا فرقہ پرست ہندو جہاد کو آتنک وادیعنی دہشت گردی سے تعبیر کرتا ہے؛ اس لئے پیراگراف (۴) میں جہاد کے معنیٰ کی تشریح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ظلم کے خلاف جدو جہد کرنے کو عربی زبان میں جہاد سے تعبیر کرتے ہیں۔راون نے جب سیتا پر ظلم ڈھایا تو رام نے اس کے خلاف جدوجہد کرکے اس کی عزت بچائی اور دنیا کو درس دیا کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کرکے ظالم کو ظلم سے باز رکھنے کی جدوجہد کرنا چاہئے۔مگر افسوس کہ آج کچھ لوگ جہاد کو ظلم اور ظلم کو جہاد کا نام دے کر ظلم پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

پیراگراف (۵) میں تیسرے پیراگراف کی شق (ب) اور شق (ج) کی باتوں کو لفظوں کا قالب بدل کر دہرایا ہے اور کہا ہے کہ جو رام نفرت نہیں، محبت بانٹتا رہا، اس کا نام لینے اور اس کے طریقے پر چلنے کا دعویٰ کرنے والوں میں محبت کی بجائے نفرت پائی جائے، تو کیا یہ نہیں سمجھا جائے گا؟ کہ وہ رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، مگر اپنے عمل وکرتب میں اور سنسکار میں رام کو داخل نہیں کرتے۔

پیراگراف (۶) میں اپنی بیگم کے مرار جی باپو کی انسانیت دوستی سے متاثر ہونے اور ان سے بات کرنے کی چاہت کو بیان کیا ہے۔

پیراگراف (۷) جو آخری پیراگراف ہے، اس میں اپنے ملک ہندوستان کی بعض خوبیوں کو گنا کر بہت سے ممالک پر اسے فوقیت دی ہے۔

علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کے فتوے میں بنام استفتا تقریر کے صرف پیرا (۳) کا وہ اقتباس نقل کیا گیا ہے، جس میں رام کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے، اور ماسبق وما لحق کو چھوڑ دیا گیا ہے۔حالاں کہ ماسبق وما لحق سے پتہ چل جاتا ہے کہ کس موقع ومحل پر یہ بات کہی گئی ہے ________ جب کہ امام

احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ موقع ومحل سے معنیٔ مراد کی تعیین میں مدد ملتی ہے۔

المعتمد المستند ص ۱۵۷ مطبوعہ بمبئی میں ہے:

فان القرائن السابقة والاحقة ربما تعين على تعيين المراد ۔یعنی بسا اوقات سابقہ ولاحقہ قرائن معنیٔ مراد کی تعیین پر معین ہوتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کسی شخص کے یہ کہنے پر کہ: اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو خدا بھی جھوٹ بولتا ہے'' امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اپنے قلمی حاشیہ برفتاویٰ عالم گیری باب احکام المرتدین میں فرمایا ہے:

اقول: لهٰذا الكلام محلان ومحملان: احدهما: تبرية النفس عن الكذب ونفيّه بتعليقه على امر محال وهو كذب الحق تقدس وتعالىٰ فلايكون كفرا، ولكن ينبغي الاحتراز من اهمال اللسان في امثال هٰذا. والآخر: الاقرار بالكذب ودفع شناعته بنسبته الى الله تعالى فهٰذا كفر لاشبهةفيه ان شاء الله تعالى. والمراد يتعين بعلم مجاريه، فانه ان صدر بمقالة من كذبه فاراد نفي الكذب فهو على المعنى الاول. وان صدر بمقابلته بارادة لوفي الكذب وليس شنيعا فهو على المعنى الثاني (۳۷) میں کہتا ہوں اس کلام کے دو محل ومحمل ہیں: (۱) قائل کا مقصود اپنی ذات کو جھوٹ سے بری کرنے کا تھا، اس لئے اس نے اپنے جھوٹ کو امر محال یعنی کذب باری پر معلق کیا۔ (۲) قائل کا مقصود جھوٹ کا اقرار کرنا اور اس کی برائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا تھا ـــــــــــــ قائل کے مقصود کی تعیین قول کے مواقع استعمال سے ہوگی۔ اگر کوئی اس کو جھوٹا کہہ رہا تھا جس کے ردو انکار کے طور پر یہ کہا، تو پہلا معنی متعین ہوگا۔ اور ردو انکار کے طور پر نہیں کہا، بلکہ خدا کی طرف نسبت کر کے یہ بتانا چاہا کہ اس میں کوئی برائی نہیں تو دوسرا معنیٰ متعین ہوگا۔ پہلی صورت میں تکفیر نہیں ہوگی، دوسری صورت میں تکفیر ہوگی۔

مزید کارستانی یہ کی گئی ہے کہ تقریر کے درمیان سے یہ حصہ ـــــــــــــ'' میری تاریخ ادب اردو نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے'' رام''۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں: ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز ☆ اہل نظر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند'' ـــــــ بھی از راہِ خیانت حذف کر دیا گیا ہے، جبکہ یہ حصہ اس بات کی دلیل تھا کہ بات ڈاکٹر سر محمد اقبال کی زبان میں ہو رہی ہے ۔

یہ تو استفتا تھا! فتوے میں بھی مقرر (جو یہاں مولانا اعظمی ہیں) تک رسائی ممکن ہونے کے باوجود ان سے تقریر کا موقع ومحل اور مقصود پوچھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی گئی جبکہ یہ مفتی کا فریضہ تھا۔

علامہ ابن عابدین شامی نے ردالمحتار ج ۸ ص ۳۰ میں فرمایا ہے:

العادة اليوم ان من صار بيده فتوى المفتي استطال على خصمه وقهره بمجرد قوله

افتانی المفتی بان الحق معی والخصم جاهل لایدری مافی الفتویٰ فلابدان یکون المفتی متیقظایعلم حیل الناس ودسائسه فاذاجاء ه السائل یقرره من لسانه ولایقول له ان کان کذافالحق معک وان کان کذافالحق مع خصمک لانه یختارلنفسهماینفعه ولایعجز عن اثباته بشاهدی زور،بل الاحسن ان یجمع بینه وبین خصمه فاذاظهرله الحق مع احدهماکتب الفتویٰ لصاحب الحق ،ولیحترزمن الوکلاء فی الخصومات فان احدهم لایرضی الاباثبات دعواه لمؤکله بای وجه امکن،ولهم مهارة فی الحیل والتزویروقلب الکلام وتصویرالباطل بصورة الحق،فاذااخذالفتوی قهرخصمه ووصل الی غرضه الفاسدفلایحل للمفتی ان یعینه علی ضلاله وقدقالوامن جهل باهل زمانه فهوجاهل وقد یسئل عن امرشرعی وتدل القرائن للمفتی المتقیظ ان مراده التوصل به الی غرض فاسد کماشهدناه کثیراوالحاصل ان غفلة المفتی یلزم منهاضررعظیم فی هٰذاالزمان واللہ تعالی المستعان.

آج کل عادت یہ ہوگئی ہے کہ جس کے پاس مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے وہ اپنے مخالف کو دبانے لگتا ہے اور اپنے اس قول کی بنا پر ہی غالب آجاتا ہے کہ مفتی نے میرے موافق فتویٰ دیا ہے۔ جب کہ مخالف بے چارہ کو علم ہی نہیں ہو پاتا ہے کہ فتوے میں کیا ہے؟ اس لئے مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہوشیار ہو اور لوگوں کی چالاکیوں اور مکاریوں سے آگاہ رہے۔ جب مفتی کے پاس استفتا آئے تو وہ مستفتی سے صورت مسئلہ کو متعین کرالے۔ یہ نہ کہے کہ یہ صورت ہو تو بات تمہاری صحیح ہوگی، اور یہ صورت نہ ہو تو تمہارے مخالف کی بات صحیح ہوجائے گی؛ کیونکہ ایسا کہنے میں مستفتی اپنے مطلب کی بات کو اختیار کر لے گا اور جھوٹے گواہوں کے ذریعہ ثابت کردے گا۔ مفتی ممکن حد تک وکالت بھی قبول نہ کرے؛ کیوں کہ اس دور میں وکلا کو حیلہ جوئی، دھوکہ دہی سے بات پلٹنے اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنے کی مہارت ہوتی ہے، اور وہ بہر صورت اپنے مؤکل کے دعوے کو ثابت کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مستفتی اپنے موافق فتویٰ پا کر مخالف پر غالب آجائے گا اور اپنا فاسد غرض حاصل کر لے گا، نتیجے میں حق کے برخلاف مستفتی کی مدد ہوجائے گی، جو جائز نہیں ہے۔ اسی لئے فقہا نے فرمایا ہے کہ جو اپنے زمانے کے لوگوں کو نہ سمجھے وہ فتویٰ دینے کا اہل نہیں۔ مفتی کو ایسا بیدار مغز ہونا چاہئے کہ امر شرعی کے تعلق سے سوال پر وہ قرائن سے سمجھ جائے کہ مستفتی کا مقصد اس کے ذریعہ غلط مقصد حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ ہمیں بار بار اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔ الحاصل اس زمانے میں مفتی اگر ذرا سی غفلت کرے تو بڑے نقصانات ہوجائیں۔

حضرت سیف اللہ المسلول، علامہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے ــــــ ’’کسی کی زبان سے ایسا جملہ ادا ہو جس کے دو معنیٰ ہوں: ایک معنیٰ

مراد ہوتو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوجائے اور دوسرے معنیٰ مراد ہوں تو، توہین نہ رہے، اس کے تعلق سے کچھ حضرات کا یہ فتویٰ کہ: ایسے قائل کے لئے قتل کا حکم ہے'' ۔اور دوسرے کچھ حضرات کا یہ فتویٰ کہ: ایسے قائل کے لئے قتل کا حکم نہیں'' ـــــ المعتقد المنتقد میں نقل کرکے فرمایا ہے:

قال القاری وفیمانحن فیه یمکن الجمع بعرض التوبة علیه ،فان تاب والاقتل،فیرتفع حینئذالاشکال،ویزول الاحتمال بالجواب والسوال. والله تعالی اعلم بالحال. ملاعلی قاری نے کہا ہے کہ دونوں فتاوے میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ قائل سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے ۔توبہ کرلے تو قتل کا حکم نہیں دیا جائے ۔اورتوبہ سے انکار کرے تو قتل کا حکم دے دیا جائے ۔اس طرح سوال وجوب سے احتمال زائل اوراشکال ختم ہوجائے گا۔

اس پر امام احمد رضا فرماتے ہیں:

ولقداحسن واجادفیماقال،علیه رحمة الملک المتعال،لکن هٰذاحیث یتوسل الی القائل والافالاسلم ان لاتقولوامالاتعلمون .ولاتقف مالیس لک به علم.وایاکم والظن ،فان بعض الظن اثم حضرت ملاعلی قاری نے بہت اچھی بات فرمائی ہے مگر ایسا اسی وقت ہو پائے گا جب قائل تک رسائی ہو۔قائل تک رسائی نہ ہوسکے تو سلامتی اسی میں ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو، نہ کہی جائے ،اوراس بات کے پیچھے نہ پڑا جائے جس کا علم نہ ہوسکے ۔اورگمان سے بچا جائے؛ کیوں کہ کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے(المعتمدالمستند ص ۱۵۷)

الغرض! ایسے مسئلہ میں فتویٰ دینے کے جو تقاضے ہیں،ان کی رعایت کی بجائے صاف چشم پوشی سے کام لیا گیا ہے،اور ایک ایسے مسلمان سُنّی خطیب کو جن کی غیرمسلموں اورحکومت کے بالمقابل مسلمانوں کے حق میں ، بلکہ خالص دینی ومذہبی معاملات میں بھی بڑی خدمات ہیں، بے دریغ دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا ہے۔جب کہ شرح مقاصد کے حاشیہ چلپی میں ایک ایسی بات جو صریح ومتعین طور پر کفر ہے اور مسلسل چھپتی آئی ہے،اس کے تعلق سے بھی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے یہ فرمایا ہے:

:لااجدعذرافی هٰذاالمحشّی الان یقال لعل بعض من لایخاف الله تعالیٰ دس هٰذافی کلامه کمافعلوه بکثیرمن عبادالله تعالیٰ کمافصّله سیدی العارف بالله الشعرانی فی الیواقیت والجواهروقال :ودس علیّ انافی کتاب البحرالمورود.....ولایلزم منه رفع الامان عن الکتب الغیرالمرویةبالقرآت المتصلةفان المصیرالیه لرفع اعظم مفسدةعن رجل معدود فی العلماء من باب من ابتلی ببلیتین اختاراهونهما،بل هٰذاباب یحتاج الی الیقین فان الکلام فیمن عرف بالاسلام ،بل والعلم ولم یعرف ببدعة ولم یرم بضلالة ولیس لنابهٰذاالقول سندمتصل الیه شفاهاعن شفاه ولاعلمنااشتهار هٰذاالقول عنه فی عصره فاوخذعلیه فحاول الجواب اواختارالسکوت لیستدل بهٰذه علی صحة هٰذاالقول عنه فلایکتفی فیه بنقل واحد بوسائط لاتعلم ولایغنی اشتهارالطبع فان مستنده الیٰ واحد مجهول وفوقه وسائط

مجهولات نعم تحسين الظن بالنقلة يطلب الاعتماد فيكتفى به حيث يكفى الظن....والظن لايغني عن الحق شيئا. وَتحسين الظن به اوجب منه بالنقلة المجاهيل وقدنص الامام حجّة الاسلام الغزالي في آفات اللسان من الاحياء"لاتجوزنسبة مسلم الیٰ كبيرةمن غير تحقيق. (الفيوضات الملكيةص ١٤٩، ١٥٠) یعنی میرے نزدیک محشّی کے تعلق سے یہ کہنے کے سوا کوئی عذر نہیں ہوسکتا کہ کسی ناخداترس شخص نے ان کے کلام میں یہ ملا دیا ہے۔لولوگوں نے اس طرح کی حرکت اللہ کے بہت سے نیک بندوں کے ساتھ کی ہے جیسا کہ سیدی عارف باللہ شعرانی نے 'الیواقیت والجواہر' میں اس کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ میری کتاب 'البحر المورود' میں مجھ پر افترا کیا گیا ہے.........مگر اس کی وجہ سے ان تمام کتابوں سے جو متصل قرأتوں سے مروی نہیں، امان نہیں اٹھ جاتا؛ کیوں کہ یہ تاویل تو اس لئے کی گئی ہے کہ ایک ایسے شخص جو علما میں شمار ہوتے ہیں، ان سے یہ عظیم خرابی (کفر) دفع کی جائے۔تو یہ اس باب سے ہوا کہ آدمی جب دو بلاؤں میں گھر جائے تو جو آسان ہو اسے قبول کر لے۔ بلکہ اس باب سے ہے جس میں یقین درکار ہے ؛ کیونکہ بات ایسے شخص کے تعلق سے ہے جن کی پہچان اسلام بلکہ علم سے بھی ہے، اور جن پر بدعت وگمرہی کی تہمت تک نہیں۔ جب کہ اس قول کی کوئی ایسی سند نہیں جو لگاتار متصل ہو، اور نہ ہی یہ یقین کہ ان کے زمانہ میں یہ قول ان کی طرف منسوب ہوکر مشتہر ہوا، جس پر ان سے مواخذے ہوئے اورانہوں نے جواب دینے کی کوشش کی۔یا۔ سکوت اختیار کرلیا۔جس سے اس بات کی صحت پر استدلال کیا جاسکے کہ یہ قول انہیں کا ہے۔تو اس باب میں غیر معلوم واسطوں سے کسی کا نقل کرنا کافی نہیں۔رہا چھپ کر مشہور ہو جانا! تو یہ بھی کافی نہیں؛ کیوں کہ اس کا مدار بھی غیر معلوم شخص واحد پر ہے جس نے مجہول واسطوں سے نقل کیا ہے۔ہاں! ناقلین سے متعلق حسن ظن اس بات کا مقتضی ہے کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔تو جہاں ظن کار آمد ہے، وہاں یہ کافی ہوگا۔لیکن ایسا شخص جو مذکورہ بالا صفات سے متصف ہو، اس کی تکفیر کے سلسلہ میں ظن ہرگز کافی نہیں۔ایسے شخص کے تعلق سے حسن ظن رکھنا، مجہول ناقلین سے متعلق حسن ظن رکھنے کی بہ نسبت زیادہ موکد ہے، حجۃ الاسلام امام غزالی نے 'احیاء العلوم' کے اندر 'آفات لسان کا بیان' میں فرمایا ہے کہ: کسی مسلمان کی طرف بغیر تحقیق گناہ کبیرہ کی نسبت کر دینا جائز نہیں۔

پھر یہ کہ آڈیو کیسٹ میں صرف آواز ہوتی ہے اور فقہا فرماتے ہیں:

النغمة تشبه النغمة. یعنی آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔

اسی لئے کیسٹ کی بنیاد پر ایسی چیز کا ثبوت، جس کے لئے وہ خبر واحد بھی کافی ہے، جس سے شرعاً ظن غالب ہوجائے، نہیں ہو پاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کیسٹ کی بنیاد پر رویت ہلال کے ثبوت کا حکم نہیں دیا تا ہے۔مگر اس فتوے میں دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کا حکم دے دیا گیا ہے، جس کے لئے خبر مشہور، جس سے یقین بالمعنی الاعم ہوتا ہے، وہ بھی کافی نہیں، بلکہ اپنا سماع۔یا۔خبر متواتر، جس سے یقین بالمعنی الاخص ہوجائے، ضروری ہے۔

فواتح الرحموت ج۲ص۱۹ میں ہے:

عدم احتمال الانصراف ولومرجوحاوهواليقين بالمعنى الاخص وهوالمرادفى الاعتقاديات.

خلاف کا احتمال مرجوح بھی نہ ہو تو یقین بالمعنی الاخص ہے اور اعتقادیات میں یہی یقین درکار ہے۔

نشاط السکین ص ۱۳۷ کے حاشیہ میں ہے:

شرک امر عظیم ہے کسی کلمہ گو کی طرف اس کی نسبت کرنے کو یقین قطعی درکار.....اور حصول یقین کے دو ہی طریقے:

یا تو کسی کی زبان سے خود اس کا اقرار سنیں.... یا بذریعہ تواتر قطعی، نہ افواہ بازاری اس کا علم آیا ہو''

اب آیئے اپنی نقل کے مطابق تقریر کی طرف، اور پیراگراف (۳) کا تجزیہ وتحلیل اور تشریح ملاحظہ کیجے!

مولانا عبید اللہ صاحب اعظمی کے الفاظ ہیں:

(الف)''رام کو کس طرح سے لوگوں نے دیکھا، سمجھا، پرکھا؟''میں نے As a مسلمان رام کو کس طرح دیکھا؟۔میری تاریخ ادب اردو نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے''رام''۔ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں: ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز☆اہل ہنر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند

اس میں ۔ ''لوگوں نے''اور''میں نے As a مسلمان''۔ کا تقابل یہ بتا رہا ہے کہ یہاں 'لوگوں' سے مراد 'ہندو' ہیں، مسلمان نہیں۔مطلب یہ کہ آج کا وہ ہندو طبقہ جو رام کے نام پر مسلمانوں پہ ظلم وستم ڈھا رہا ہے اور ان کا کشت وخون کر کے اس بات کا ثبوت دے رہا ہے کہ 'رام' کی تعلیم اور اس کا عمل وکردار یہی ہے، وہ جانیں۔میں نے As a مسلمان 'رام' کو کس طرح دیکھا؟۔میری تاریخ ادب اردو نے شری 'رام' کی حیثیت کو کس طرح جانوایا اور پہچانوایا؟ وہ ڈاکٹر اقبال کی زبان میں یہ ہے: ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز☆اہل نظر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند۔

(ب) شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوِتر وجود ہے..............رام نام ہے اس ٹنڈی ہوا کا، جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جاتی ہے

ان الفاظ سے اقبال کے مذکور بالا شعر کی توضیح وتفہیم کی گئی ہے کہ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں: ہندوستان یعنی ہندوستان کے Intellectual class ہندوؤں کو 'رام' کے وجود پر ناز ہے۔وہ 'رام' کو امام مانتا ہے جس سے بڑا کسی کا درجہ نہیں، تو ہندوستان کے Intellectual class ہندوؤں کی نظر میں شری رام کا وجود پاک اور پوِتر وجود ہے، ان کا کیریکٹر نرالا، پیارا اور بے مثال ہے۔الغرض ان کی نظر میں 'رام' نام ہے سچّائی کا، جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔'رام' نام ہے مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کا، جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔'رام' نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا، جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لئے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔

(ج)''میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔.........سیتا جی کے ساتھ ایک آتنگ وادی نے جو آتنکت کرنے کی گھٹنا جی (رچی) تھی، ہم اسے 'راون' کے نام سے جانتے ہیں۔اس آتنک واد کے خلاف شری رام جی نے جہاد چھیڑا تھا۔

یہ اعظمی صاحب نے اپنی بات کہی ہے کہ: میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے اقبال کے بقول ہندوستان کے Intellectual class ہندوؤں کی نظر میں نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے۔انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔سیتا جی کے ساتھ ایک آتنگ وادی نے جو آتنکت کرنے کی گھٹنا جی رچی تھی تو شری رام جی نے اس آتنک واد کے خلاف لڑائی چھیڑی تھی________اور آتنک واد کے

خلاف لڑائی ہی کو عربی زبان میں جہاد کہتے ہیں۔

اس طرح اعظمی صاحب نے اپنی اس تقریر کے ذریعہ مسلمانوں سے نفرت کرنے، ان پر ظلم وستم ڈھانے اوران کا کشت وخون کرنے والے ہندوؤں پر فنِّ منطق کی زبان میں ’برہان جدل‘ جس میں یہ مقدمہ ـــــ ’رام‘ نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا ہے۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے ہیں ’’ـــــ جو Intellectual ہندوؤں کا مسلمہ ہے، اسے پیش کرکے ان پر حجّت قائم کی ہے۔ جو صحیح معنیٰ میں مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے اوران کا کشت وخون کرنے سے روکنے کے لئے ان ہندوؤں کے سامنے بند باندھنے کی بلیغ کوشش کی ہے۔ جس پر اعظمی صاحب کو ان کی ہمت مردانہ اور حکمت مومنانہ پر بجا طور سے داد دی جانی چاہئے۔

اگر تتبع کیجے تو اس کے بہت سے نظائر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی زندگی میں آپ کو ملیں گے۔ مثلاً

(۱) ایک ملحد جو خدا کے وجود کا منکر تھا، اس سے مناظرہ کے لئے امام اعظم وقت مقررہ کی بجائے تاخیر سے تشریف لائے اور تاخیر کی وجہ بتاتے ہوئے واقع کے قطعاً برخلاف فرمایا کہ: ـــــــ راستہ میں دریا تھا، کشتی نہیں تھی، میں انتظار میں تھا کہ اچانک ایک درخت نمودار ہوا، پھر خود ہی کٹ کر گرا اور چِر کر تختے ہوئے، پھر اپنے آپ ہی جُڑ کر کشتی بنی اور مجھے اُس پار سے اِس پار لے آئی۔ جسے سُن کر ملحد نے کہا: ـــــ ’’یہ ممکن ہی نہیں کہ بغیر فاعل کے فعل انجام پا جائے‘‘ ـــــ تو امام اعظم نے اس سے فرمایا کہ تمہارے ہی بقول: ـــــ جب یہ ممکن نہیں کہ بغیر فاعل کے فعل انجام پا جائے‘‘ ـــــ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ بغیر خالق کے کائنات وجود میں آجائے؟ یہ سن کر ملحد ہکّا بکّا رہ گیا ـــــــ اس طرح آپ نے اس ملحد پر حجت قائم کی۔

(۲) کوفہ میں ایک رئیس رہتا تھا، جس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عثمان غنی کافر اور یہودی تھے، امام اعظم ایک دن ان کے پاس گئے اور فرمایا کہ: میں تمہاری لڑکی کے لئے رشتہ لے کر آیا ہوں۔ لڑکا ہر طرح مناسب ہے اس میں ایک معمولی سی کمی کے علاوہ ساری خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ یہ سن کر رئیس بہت خوش ہوا اور اس معمولی کمی کی بابت پوچھا۔ تو آپ نیا رشاد فرمایا کہ: وہ لڑکا یہودی ہے۔ یہ سُن کر رئیس آگ بگولہ ہو گیا، اور آپ کو سخت سست کہنے لگا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ: تم! حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودی کہتے ہو، تو اس کا مطلب یہی نا ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہیں، دو دو صاحبزادیوں کا نکاح یہودی سے کر دیا تھا؟ یہ سن کر اس نے اپنے عقیدے سے توبہ کر لی ـــــــ اس طرح آپ نے اس رئیس پر حجت قائم کی۔

(۳) امام اعظم کے کچھ مخالفین نے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہہ کر بدگمان کر دیا کہ وہ حدیث کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔ تو امام اعظم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ: مرد کمزور ہے۔ یا۔ عورت؟۔ نماز افضل ہے۔ یا۔ روزہ؟ منی زیادہ ناپاک ہے۔ یا۔ پیشاب؟ امام باقر نے ارشاد فرمایا کہ: عورت کمزور ہے، روزہ سے نماز افضل ہے، منی سے پیشاب زیادہ ناپاک ہے۔ تو امام اعظم نے عرض کیا کہ: میں حدیث کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دیتا، تو عورت کو مرد کا دونا حصہ دینے کی بات کہتا، حائضہ عورت کو روزہ کی بجائے نماز کی قضا کا حکم دیتا، احتلام کی بجائے پیشاب سے غسل کا حکم بتاتا۔ جب کہ مرد کو عورت کا دونا حصہ دینے کی بات کہتا ہوں، حائضہ عورت کو نماز کی بجائے روزے کی قضا کا حکم دیتا ہوں، پیشاب کی بجائے منی سے غسل کا حکم بتاتا ہوں ـــــــ اس پر امام باقر کی بدگمانی دور ہوئی اور انہوں امام اعظم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

اور یہ طریقۂ استدلال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنت ہے، جسے قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ: ایک دن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ میلے میں گئے ہوئے تھے، محلّہ بھر میں آپ کے علاوہ کوئی نہیں تھا، تو آپ سارے بُتوں کو توڑ ڈالے اور بسولا سب سے بڑے بُت کے کاندھے پر رکھ دیا۔ وہ جب میلے سے واپس ہوئے اور بتوں کی دُرگت دیکھی، تو خون کھول گیا۔ آپ کو بُلا کر دریافت کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: شاید اس بڑے بُت ہی نے ایسا کیا ہوگا، ان سے پوچھ لو! بھلا وہ بُت سے کیا پوچھتے؟ ـــــــ اس طرح آپ نے ان بت پرستوں پر حجّت قائم فرمائی۔

پھر بطور تنزل مان لیا جائے کہ اعظمی صاحب نے ''رام'' کی تعریف وتوصیف کے یہ الفاظ ڈاکٹر اقبال کی زبان میں ہندوؤں کے Intellectual طبقہ کی ترجمانی کے طور پر نہیں، خود اپنی طرف سے کہے ہیں۔ تو تعریف وتوصیف کے الفاظ اس بنیاد پر کہے ہیں کہ:ــــــــــــ اس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ بلکہ نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائےــــــــ جیسا کہ خود کہا ہے:

میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے۔............

اب اگر کوئی رام واقعتاً ایسا ہے، تو یہ اس کی تعریف ہوئی، اور نہیں ہے، تو اس کی تعریف نہیں ہوئی۔ جس کی نظیر فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ: کسی کی بڑی چھوٹی دولڑکیاں ہوں، بڑی کا نام عابدہ اور چھوٹی کا نام زاہدہ ہو اور باپ نکاح کے وقت یہ الفاظ ادا کرے کہ: میں نے زاہدہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح کیا' تو نکاح بڑی چھوٹی کسی سے بھی منعقد نہیں ہوگا۔

فتاویٰ عالم گیری ج۱ ص۲۷۰ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور میں ہے:

لرجل بنتان کبری عائشة وصغری فاطمةٰ وقال زوجت ابنتی الکبریٰ فاطمةلاینعقدعلی احداٰھماکذافی الظھیریة. کسی آدمی کی دو بیٹیاں ہوں، بڑی کا نام عائشہ ہو چھوٹی کا نام فاطمہ، وہ کہے کہ میں نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کا نکاح کر دیا تو عائشہ وفاطمہ کسی کا نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔

ولوالجیہ میں ہے:

لانہ لیس لہ ابنة کبریٰ بھٰذاالاسم. کیوں کہ اس نام سے اس کی کوئی بیٹی نہیں ہے جو بڑی ہو۔

فتوے میں فتاویٰ رضویہ مترجم ج۱۴ ص۶۲۵ کے حوالے سے جو عبارت نقل کی گئی ہے، اس میں خیانت ہے۔ فتوے میں الفاظ نقل کئے گئے ہیں:

کفار کے دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے۔ (ج۱۴ ص۶۲۵)

جب کہ فتاویٰ رضویہ کے الفاظ ہیں:

کفار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں کو عزت دینا صریح کلمۂ کفر ہے۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ:** وللہ العزة ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون۔ ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے۔

غمز العیون والبصائر میں ہے: **اتفق مشائخنا: ان من رأی امرالکفار حسنافقد کفر.**

فقہائے کرام کے فرمان: من رأ امرالکفّار حسناً فقد کفر میں تحسین کی نسبت امر کفار کی طرف کی گئی ہے۔ جس کا مادۂ اشتقاق کفر ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ اسم مشتق کی نسبت سے جو حکم ہوتا ہے، مادۂ اشتقاق، اس حکم کی علت ہوتا ہے۔

مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت ج۲ ص میں ۲۱۵ میں ہے:

المسلّم ان الماخذ یکون علة للحکم۔ یعنی یہ بات مسلّم ہے کہ ماخذ حکم کی علت ہوتا ہے۔

توضیح ص۸۹ میں ہے:

ان النسبةالی المشتق تدل علی علیة الماخذ۔ یعنی مشتق کی طرف حکم کی نسبت اس بات پر دال ہے کہ

ماخذ حکم کی علت ہے۔

قرآن کریم میں زنا کار کے لئے درّے مارنے اور چور کے لئے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے، تو علمائے اصول فقہ نے اسی قاعدہ سے زنا اور چوری کو ان احکام کی علت بتایا ہے۔ مثلاً کوئی چوری کرے اور نماز پڑھے تو اس کا ہاتھ چوری کرنے کی وجہ سے کاٹا جائے گا، نماز پڑھنے کی وجہ سے نہیں۔ یوں ہی کوئی زنا کرے اور سچ بولے تو اسے زنا کی وجہ سے درے لگائے جائیں گے، سچ بولنے کی وجہ سے نہیں ــــــــ تو **تحسین امر الکفّار کفر**'' میں بھی **تحسین** کے لئے حکم کفر کی علت **تحسین** من حیث الکفر ہوگی۔ مطلق **تحسین** نہیں۔ یعنی کوئی شخص کفار کے کسی کفری بات پر **تحسین** کرے تو کفر ہوگا۔ یہ نہیں کہ کوئی کافر فی نفسہ اچھی بات کہے۔ یا۔ اچھا کام کرے، اس پر اس کی تعریف کی جائے، تو بھی کفر ہو جائے۔

نوشیرواں مشرک تھا، جس نے اپنی رعایا کے ساتھ بہت ہی حسن سلوک کئے تھے، تو حضرت شیخ سعدی نے گلستاں میں ان کی تعریف و توصیف کے پُل باندھ دئے ــــــــ تو کیا حضرت شیخ سعدی دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے؟

حاتم طائی بھی مسلمان نہیں تھا۔ مگر کون ہے جس نے اس کی سخاوت کی داد نہیں دی ہو۔ یہاں تک کہ عرف میں حاتم کے معنی ہی سخی کے ہو گئے ہیں ــــــــ تو کیا پوری دنیا ہی کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا؟

ابوجہل کے حقیقی بھائی، **حارث بن ہشام** جو بدر اور احد کی جنگوں میں اسلام کے خلاف لڑ چکے تھے، مگر چوں کہ مہمانوں کی خاطر داری میں خاصی شہرت رکھتے تھے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا: **حارث بے شک سردار، شریف اور سخی ہے، ان کے والد بھی ایسے ہی تھے۔** میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام کی دولت سے سرفراز فرمائے'' ــــــــ تو کیا معاذ اللہ! یہاں بھی............؟

ود۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر کو تو مشرکین عرب دیوتا مانتے تھے، مگر چوں کہ وہ فی نفسہ صحیح لوگ تھے، اس لئے امام بخاری نے بخاری شریف ج ۲ ص ۷۳۲ میں روایت کی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے ان کی تعریف کی اور: **رجـــال صـــالـحـــون**'' کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے ــــــــ تو کیا حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ بھی اسلام کے دائرہ سے باہر ہیں؟

ہاں! بالفرض اعظمی صاحب نے معاذ اللہ! رام کے ہندوؤں کا دیوتا ہونے کی بنا پر ہی اس کی تعریف و توصیف کی ہو تو وہ عند اللہ ضرور کافر ہوں گے، مگر اس میں انہی کی کیا خصوصیت ہے؟ دنیا کا کوئی بھی آدمی ہو، آپ ہوں۔ یا۔ ہم، یہاں تک کہ مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب بھی زبان سے نہیں، دل ہی دل میں ہندوؤں کے کسی دیوتا کی، دیوتا ہونے کی بنا پر تعریف و توصیف کریں، تو عند اللہ کافر ہو جائیں۔ مگر ہم کسی کے دل کی بات اور غیب پر مطلع نہیں کہ حکم لگا دیں اور ان کو کفر کلامی کا مرتکب قرار دے کر دائرۂ اسلام سے خارج کر دیں۔ یہ بڑی جرأت بے جا ہے جس کے لئے بڑا سخت حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور اپنی پناہ میں رکھے! امین۔

ماحصل یہ کہ مولانا عبید اللہ صاحب اعظمی پر اس تقریر کی وجہ سے کفر و ارتداد کا حکم غلط ہے۔ ھلا شققت قلبہ اور نحن نحکم بالظواھر کے تحت وہ سنی مسلمان ہیں، ان کو پروگراموں میں بلانا، ان سے تقریر کرانا، ان کی تقریر سننا ناجائز نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم**

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ